بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے ـــــ مجلسِ شوریٰ (وفاقی کونسل) نے اپنے حالیہ طویل اجلاس میں مجوزّہ قاضی عدالتوں اور قانونِ شہادت کے مسوّدوں کو منظور کر لیا اور صدرِ پاکستان کو سفارش کی کہ وہ اسے قانونی شکل دے کر نافذ کر دیں۔ اس طویل ترین اجلاس میں یہ حقیقت ایک بار پھر واضح شکل میں سامنے آئی کہ انگریزی دور کے جمے جمائے نظام، قوانین اور ضوابطِ کار کو بدل کر اسکی جگہ اسلامی قوانین و ضوابط کو بروئے کار لانا کتنا مشکل اور دشوار ترین معاملہ ہے۔ جن لوگوں کے رگ و ریشہ میں عہدِ غلامی کا یہ نظام سرایت کر گیا ہے۔ اور جو ان کے فہم و فکر، تعلیم اور نظام میں رچ بس گیا ہے، اس سے گلو خلاصی کیلئے کتنی محنتِ شاقہ درکار ہے۔ یہی وہ دشوار ترین مرحلہ ہے جو کسی بھی انقلابی عمل کی راہ میں سامنے آتا ہے ؎

آئینِ نو سے ڈرنا طرزِ کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی منزلوں میں

اسلامی نظام کا نہایت اہم ترین شعبہ نظامِ عدل و انصاف ہے جو کسی بھی قوم کی زندگی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ انگریز نے اپنے مخصوص مفادات حالات اور حکمتِ عملی کی بنا پہ عدل و قضاء کی ساری عمارت کو ایسی بنیادوں پہ استوار کیا جس میں عدل و انصاف سچائی اور دیانت نام کی چیز محض برائے نام تھی اور یہی نظام ہے جو آج تک حصولِ انصاف اور ظلم و ستم کے قلع قمع کرنے میں سدّ راہ بنا ہوا ہے۔ یہ نظامِ عدالت جن افراد و کلاء اور ججوں کے ہاتھوں میں ہے اور جس سے ان کا سارا کاروبارِ حیات وابستہ ہے وہ اسے کسی عہدِ استبداد و غلامی کی ملعون یادگار سمجھ کر اکھاڑ پھینکنے کا ہرگز روادار نہیں بلکہ اس کے ہر ہر ضابطہ ایک ایک دفعہ بلکہ کسی معمولی سے نقطہ کو بھی صحیفۂ الٰہی کی طرح مقدس سمجھتے ہیں اور اس میں حذف و ترمیم کے روادار نہیں انہیں ڈر ہے کہ اس طرح ان کے ظالمانہ مادی اور معاشی مفادات کی عمارت پیوندِ خاک ہو جائے گی، یہی وہ مشکل ہے جو اسوقت اسلامی نظام و قوانین کی راہ میں پیش رفت کیلئے سدِ سکندری بنا ہوا ہے۔ اور جہاں تک میری نہایت محتاط رائے ہے (اور مجلسِ شوریٰ کے اس سال سوا سال کے عرصہ میں اس رائے نے عین الیقین کی شکل اختیار کر لی ہے۔) کہ عدل و انصاف عدالت و قانون سے وابستہ تمام افراد کا الّا ماشاء اللہ (خواہ وہ جج حضرات ہوں یا وکلاء یا اُن کی بار کونسلیں لاء کمیشن یا قانون سے وابستہ دیگر ایجنسیاں) کا اس پر اجماع ہے اور یہ عزمِ مصمم بھی کہ عدالت و قضاء

کے موجودہ نظام کو کسی قسم کے تغیر اور تبدیلی سے بچایا جائے اس لئے کہ ان کی ساری اہلیت وصلاحیت تعلیم اور تجربہ اس سے وابستہ ہے یہی ان کا اوڑھنا بچھونا ہے اور یہی ان کے تحفظات اور مادی مفادات کا کفیل ہے۔ لاریب کہ ان میں سے بہت سے حضرات کو اسلام کا ایک ضابطۂ حیات ہونے کا یقین ہے اور دینی انقلاب سے گہری وابستگی بھی ہے مگر وہ یہ ماننے کو تیار نہیں کہ عدل وقضا کے معاملہ میں اسلام کا اپنا بھی کوئی واضح اور مکمل نظامِ عمل تھا یا اب بھی موجود ہے ۔ دینی علوم اور سرچشموں سے لاعلمی کی وجہ سے انہیں ایسا لگتا ہے۔ کہ دیوانی ہوں یا فوجداری مقدمات حدود ہوں یا قصاص تعزیرات ہوں یا معاملات فصلِ خصومات ہو یا شہادت کے ضابطے اس معاملہ میں انگریز کے آنے سے قبل امتِ مسلمہ گویا خلاء میں رہی اس سلسلہ میں اسلام کے چودہ سو سالہ ادوار کا عظیم علمی، فقہی قانونی ذخیرہ ان کی نظروں سے بالکل اوجھل ہے ۔ وہ یہی سمجھتے ہیں کہ انگریز کا مروّجہ کوئی بھی ضابطہ اور قانونی شوشہ بھی اگر ادھر اُدھر ہُوا تو بہت بڑا بحران پیدا ہو جائے گا اور سارا کاروبارِ زندگی درہم برہم ہو کر رہ جائے گا۔ یحسبون کل صیحۃ علیھم ھم العدو۔ (الآیۃ) والی صورتحال سامنے آجاتی ہے۔ اسلام کے نفاذ کی راہ میں یہی وہ منافقانہ طرزِ عمل ہے جو عدلیہ، انتظامیہ اور زندگی کے مختلف شعبوں سے وابستہ عام مفاد پرست طبقات مسلسل اپنائے ہوئے ہیں۔ وہ اسلام کو دل وجان سے مانتے ہیں مگر اس صورت میں کہ ان کے مخصوص تحفظات اور مفادات پر ضرب نہ پڑتی ہو۔ جبکہ اسلام ایک جامع انقلابی عمل ہے۔ اور ہر قسم کے ناجائز مفادات اور تحفظات کا اس انقلاب کی زد میں آجانا ناگزیر ہے ۔ یہاں بیوکریٹس اسلام چاہتے ہیں۔ مگر ان کے ناجائز اختیارات اور غلط مفادات برقرار رہیں جج اور وکلاء اسلام چاہتے ہیں۔ مگر انگریزی نظامِ عدل متاثر نہ ہو عورتیں اسلام کی طلب گار ہیں، مگر مغرب کا نظریۂ مساوات مرد وزن بھی مجروح نہ ہو، جاگیردار اور سرمایہ دار اسلام چاہتے ہیں مگر ان کے ظالمانہ معاشی ذرائع استحصال پر کوئی ضرب نہ آئے ۔ عوام اسلام چاہتے ہیں ۔ مگر ان کے کاروبارِ حلال وحرام اور طرزِ زندگی پر کوئی قدغن نہ لگے ۔ لیڈر اسلام چاہتے ہیں مگر مغرب کے میکیاولی سیاست کی دیوی کے قدموں پر دین واخلاق کا سارا اثاثہ لٹاکر، سیاست زدہ علماء اسلام چاہتے ہیں مگر یورپ کے مادر پدر آزاد جمہوریت کے ذریعہ ۔ حکمران اسلام چاہتے ہیں مگر ان کی جذبۂ رواداری، روشن خیالی اور وسیع النظری پر حرف نہ آئے اور وہ اسلام اور کفر کے بارہ میں متصادم اور متوازی طبقوں میں بھی صلح کل رہیں اور کوئی طبقہ بھی ناراض نہ ہو۔ الغرض وہی صورت حال ہے کہ ؎

معشوقِ ما بہ شیوۂ ہر کس برابر ست
باما شراب خورد بہ زاہد نماز کرد

ایسے حالات اور ماحول میں مجلسِ شوریٰ نے قاضی کورٹس اور قانونِ شہادت کے مسوّدے منظور کئے

اس کٹھن اور پر صعوبت راہ میں دین کو مکمل شکل میں نافذ اور جاری و ساری کرنے والے دینی درد سے سرشار علماء اور خدّام کو کیسے کیسے صبر آزما حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اسکی واضح مثالیں ان مسوّدات کو آخری شکل دینے تک سامنے آتی رہیں۔

اگلی فرصت میں ہم مجوزہ قانون شہادت کے بارہ کچھ تفصیلی گذارشات پیش کریں گے۔ فی الوقت اتنی گذارش ضروری ہے کہ اہلیت شہادت، نصاب شہادت، حلف، اور کئی دیگر اہم امور کے بارہ میں الحمدللہ کہ ہمیں بہت حد تک کامیابی ہوئی۔ لیکن اس قانون کی دفعہ ۱۸ کی شق ج جس میں ایک عورت کی شہادت کا بھی ذکر ہے میرے نزدیک ایک نہایت اہم فروگذاشت ہے جس کی اصلاح حکومت اور صدر پاکستان پر لازمی ہے اور خود مجلس شوریٰ کو اس پر نظر ثانی کرنی چاہیئے جبکہ مجلس شوریٰ کی ایک بڑی اکثریت نے اختتامی لمحات کی شور اشوری اور ہنگامہ خیزی کی وجہ سے اور کچھ باہمی مفاہمت اور اتفاق کے جذبہ خیر سگالی کی رو میں بہہ کر اس پر صاد کیا اور غلط فہمی کی وجہ سے اسے دینی تقاضوں کے ہم آہنگ سمجھا جبکہ نیتوں میں کوئی خرابی نہ تھی تاہم غلطی غلطی ہے جیسے بھی ہو اس کا تدارک ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں ذاتی طور پر راقم الحروف نے مجلس شوریٰ کے علماء اور دیگر بعض اہم ارکان کو ایک ذاتی خط میں توجہ بھی دلائی ہے اور ان کے مشوروں سے اگلا قدم اٹھانے کا انتظار ہے۔

بہرحال ہم ایک صحیح سمت کی طرف بڑھ گئے ہیں۔ نئی منزل اور نئی راہوں میں اور صدیوں سے قائم کسی مستحکم نظام کی شکست و ریخت میں ٹھوکریں بھی کھانی پڑتی ہیں، مگر گر کر اٹھنا اور جادۂ منزل پر سفر جاری رکھنا پڑتا ہے خدا کرے کہ ہم بہت جلد اس عبوری دور سے نکل کر مکمل اور جامع ترین اسلامی نظام حیات سے ہمکنار ہو سکیں۔

ماہ رواں جمادی الاوّل ۱۴۰۳ھ کی تیرہ تاریخ کو دارالعلوم حقانیہ ایک اور بڑے صدمہ سے دوچار ہوا ابھی حضرت علامہ مولانا عبدالحلیم مردانی قدس سرہٗ کا غم تازہ تھا کہ دارالعلوم کے ایک جیّد اور ممتاز استاد حضرت مولانا مصطفیٰ احسن نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ مولانا مرحوم ابھی کہولت کی سرحد کو پار نہیں کر پائے تھے کہ خالق حقیقی کا بلاوا آیا اور وہ علم و دین کی محفلوں کو افسردہ چھوڑ کر چلے گئے۔ پاکستان میں دینی علوم کی تکمیل کے بعد وہ جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ گئے اور وہاں سے فراغت علوم کی ڈگری پائی، فراغت کے بعد سعودی عرب کے ادارۂ افتاء و ارشاد نے شوال ۱۴۰۰ھ میں آپ کی تقرری دارالعلوم حقانیہ میں کرائی اور اسی ادارہ کی طرف سے آپ بطور مبعوث استاذ کے فرائض تدریس انجام دیتے رہے۔ پچھلے سال یکایک معدہ کی بیماری نے آپ کو گھیر لیا بہت علاج کیا گیا لیکن صحت نہ ہوئی اور ۱۳ر جمادی الاوّل کو رحلت فرما گئے حضرۃ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آبائی گاؤں حمید ضلع اٹک میں سپرد خاک کیا گیا۔ فرحمہ اللہ وارضاہ

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

سمیع الحق